بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

ماہنامہ

انٹرنیٹ گزٹ

# المنار

فروری 2012ء

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ

جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 2

مجلس ادارت

مدیر: مقصود الحق

معاون مدیر: مبارک احمد صدیقی و سید نصیر احمد


## فرمان الٰہی

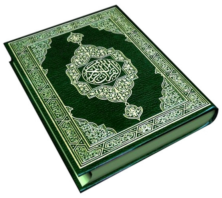

❁ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا﴿۵۷﴾ (سورۃ الاحزاب:۵۷)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

❁ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴿۱۰۸﴾

اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء)

## احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

❁ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مجھے اخلاق حسنہ کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہے۔

(مؤطا امام مالک باب فی حسن الخلق)

❁ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق اور اطوار زندگی قرآن کریم کے عین مطابق تھے۔

(بیہقی - باب رویت فی شمائلہٖ - حدیقۃ الصالحین)

❁ جو مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے جب تک وہ اس کام میں لگا رہے، فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔اب بندے کا اختیار ہے کہ وہ درود کم پڑھے یا زیادہ۔

(سنن ابن ماجہ)

## ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وہ نور جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے دنیا میں آیا اور خدا کا مقدّس کلام قرآن شریف اس پر نازل ہوا اور ہم کو علمی اور عملی پاکیزگی کے لئے بھی راہیں دکھلائیں۔پس اس عالی شان نبی اور اس کے آل واصحاب پر ہماری طرف سے بے شمار درود اور سلام ہو۔جس نے کروڑ ہا لوگوں کو تاریکی سے نکالا اور پلید عقیدوں اور قابل شرم عملوں اور نفرتی رسموں سے رہائی بخشی۔اَللّٰھُمَّ صلِّ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَ بَارِکۡ وَسَلِّمۡ۔آمین۔ (آریہ دھرم صفحہ 2 روحانی خزائن جلد 10)

❁

مصطفٰی پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

## ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کو دلوں میں سلگتا رکھنے کیلئے، اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بے شمار درود بھیجنا چاہئے۔اس پُرفتن زمانے میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں ڈبوئے رکھنے کیلئے ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا﴿۵۷﴾ (سورۃ الاحزاب) اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجا کرو کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 فروری 2006ء)

# پسرِ موعود

(حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

اٹھارہ کے اُوپر چھیاسی تھے سال ❁ کہ گویا ہوا یوں شہِ ذوالجلال
بہت بڑھ گیا جب کہ دردِ نہاں ❁ کہ تیری صداقت ہو سب پہ عیاں
کہ تیری جماعت یہ پھولے پھلے ❁ زمانے پہ حق کا ہی سکّہ چلے
سو تیری دُعاؤں کو میں نے سنا ❁ ترے اس سفر کو مبارک کیا
سن اے میرے پیارے سخن دلپذیر ❁ کہ بیٹا میں دوں گا تجھے بے نظیر
نشاں ہے جو فضل اور احسان کا ❁ بہت مرتبہ ہے اس انسان کا
وہ فرزند دلبند ہے ارجمند ❁ خلائق کا ہوگا بہت دلپسند
مبارک ہو فتح و ظفر کی کلید ❁ ہے تیرے لئے یہ خوشی کی نوید
وہ ہوگا بہت ہی ذہین و فہیم ❁ وہ رحمت کا مظہر وہ دل کا حلیم
کہ عطرِ رضا سے وہ ممسوح ہے ❁ وہ سارے زمانے کا ممدوح ہے
وہ ہے حسن و احساں میں تیرا نظیر ❁ کشادہ جبیں اور روشن ضمیر
علوم اس میں ہیں ظاہری باطنی ❁ وہ دنیا میں پھیلائے گا روشنی
وہ ہوگا اسیروں کا بھی رستگار ❁ ہے ان کے لئے مژدۂ کردگار
مبارک کہ وہ نور آتا ہے نور ❁ ہے جس سے جلالِ خدا کا ظہور
ہے فضلِ خدا اس پہ سایہ فگن ❁ وہ روحِ زمانہ وہ فخرِ زمن
شکوہ اور عظمت کا حامل ہے وہ ❁ ہماری محبت کے قابل ہے وہ
زمانے میں شہرت وہ پا جائے گا ❁ وہ آپ اپنی عظمت کو منوائے گا
مبارک ہو تجھ کو غلامِ زکی ❁ جو ہوگا یقینا تری نسل ہی
مبارک ہو لڑکا یہ پاک و وجیہ ❁ جو ہوگا سراسر ہی تیری شبیہ
نواسی میں آخر بفضلِ خدا ❁ یہ موعود بچہ تولّد ہوا
لگا جلد بڑھنے وہ ماہِ مبیں ❁ جو سب پیشگوئیاں تھیں پوری ہوئیں

(صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ)

## تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن سے رابطہ کا طریق

❁ بذریعہ خط جو اس پتہ پر ارسال کریں:
TIC OLD STUDENTS ASSOCIATION
53 Melrose Road, London SW18 1LX
❁ بذریعہ فون: 020 88 77 55 10 ❁ بذریعہ فیکس: 020 88 77 99 87
❁ بذریعہ ای میل: ticassociation@gmail.com

## دو حرفی اختلاف

1974 کے بدنامِ زمانہ فیصلے کے کچھ عرصے بعد فیصل آباد کے نامور بریلوی عالمِ دین مولوی سردار احمد صاحب دیالگڑھی کے بعض معتقد علماء ربوہ آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ حضرات سے جماعت احمدیہ کا اختلاف صرف دو لفظی ہے۔ انہوں نے حیرت زدہ ہو کر اس کی وضاحت چاہی۔ جس پر میں نے عرض کیا کہ ہمارا اختلاف صرف لفظ "**توفّی**" اور "**مع**" کے معنوں میں ہے۔ جس کا فیصلہ **کتاب اللّٰہ** سے لینا چاہئے۔ قرآن کا کتنا زبردست اعجاز ہے کہ اس نے ایک ہی فقرے **وَتَوَفَّنَامَعَ الاَبْرَار** میں دونوں متنازع لفظوں کو جمع کر کے دن چڑھا دیا ہے۔ فرمایئے کیا اس دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ اے خدا نیکوں کے ساتھ ہمیں آسمان پر اُٹھا لے؟ یا یہ کہ جب کوئی نیک بندہ مرنے لگے تو ساتھ ہی ہمارا بھی ہارٹ فیل ہو جائے؟ اس اِستدلال نے انہیں بالکل لاجواب کر دیا اور ان کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

(دلچسپ علمی واقعات صفحہ 42)

## المنارنامہ

### کوئی فاصلہ حائل نہیں

اپنے کام کے سلسلے میں مجھے اکثر یوکے سے باہر جانا پڑتا ہے۔ خواہ کسی بھی ملک میں ہوں المنار بغیر کسی تاخیر اور روک کے ہر جگہ مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس لحاظ سے الیکٹرانک گزٹ کا یہ پہلو بہت دلچسپ ہے کہ کوئی فاصلہ اس کے رستے میں حائل نہیں۔

(عدنان محمود۔ یوکے)

### فوراً پڑھ ڈالا

مکرم بریگیڈیئر لطیف صاحب کی وساطت سے المنار کا جنوری کا شمارہ ملا۔ پڑھ کر لطف آیا۔ ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالا۔ اسے ترتیب دینے والوں کو اللہ جزا دے۔

(محمد افضل قمر۔ لاہور)

### دونوں ہی اچھے

اور جنل المنار کی طرح یہ المنار بھی کامیاب رسالہ ہے۔ تصویروں سے آراستہ جنوری کا ایڈیشن خوبصورت بھی ہے اور قابل مبارکباد بھی۔

(طارق احمد بھٹی۔ پیراگوائے)

### خوشگوار یادوں کو محفوظ کیا ہے

ایک سال کے دوران المنار نے بزرگوں کی بہت سی خوشگوار یادوں کو اپنے اندر محفوظ کیا ہے۔ یہ یادیں ہمارے لئے یقیناً ایک مشعلِ راہ ہیں۔

(حافظ اطہر محمود۔ ربوہ)

### جزاک اللہ

جنوری کا المنار ملا۔ اچھا اور دلچسپ ہے۔ ہمیشہ ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالتا ہوں۔

(قریشی داؤد احمد ساجد۔ گلاسگو)

# یادوں کے دریچے

## ہمارے زمانے کا کالج

قیامِ پاکستان کے بعد لاہور کے ڈی اے وی کالج کی بلڈنگ تعلیم الاسلام کالج کے اجراء کے لئے جماعت کو الاٹ ہوئی تھی۔اس کی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی۔ جبکہ ہوسٹل میں ابھی تک پناہ گزین کیمپ قائم تھا۔اس لئے شروع میں ہوسٹل کے طور پر کالج کا ہی ایک حصہ مخصوص کرنا پڑا۔کلاس روم اس قابل نہ تھے کہ ان میں تدریس شروع کی جاسکتی۔چنانچہ 1948 میں جب میں تعلیم الاسلام کالج میں داخل ہوا تو ہماری کلاسیں باہر لان میں ہی ہوا کرتی تھیں۔آہستہ آہستہ مرمت کے بعد کلاس رومز میں کلاسیں ہونے لگیں۔مکرم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ اور مکرم پروفیسر صوفی بشارت الرحمن صاحب وارڈن ہوا کرتے تھے۔ایک کمرہ مسجد کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔جبکہ جمعہ پڑھنے کے لئے ہم لوگ دہلی دروازے کی احمدیہ مسجد میں جایا کرتے تھے۔

شیخ رشید احمد

## تعلیم الاسلام کالج کے نام کا ڈنکا پاکستان کے ہر شہر اور تعلیمی ادارے میں بجا کرتا تھا

ہمارے تعلیم الاسلام کالج کے نام کا ڈنکا پاکستان کے طُول وعرض میں پھیلے ہوئے کم وبیش ہر شہر اور ہر تعلیمی ادارے میں بجا کرتا تھا۔اس کا موجب کبھی تو علمی مقابلہ جات ہوتے تھے اور کبھی کھیلوں کا میدانِ کارزار۔آج بھی 1953 کا سال اور کوئٹہ کا گورنمنٹ کالج میری یادداشت میں زندہ و تابندہ ہے۔جب پاکستان بھر کے کالجوں کے طلباء آل پاکستان لیاقت علی خان ڈیبیٹنگ کمپیٹیشن کے نام سے علمی مقابلوں کے لئے وہاں جمع تھے۔انگلش تقریر کا مقابلہ ہوا تو ٹرافی ہمارے کالج کے دو صومالین نوجوانوں ابوبکر اور محمد سعید کے حصے میں آئی۔پھر اردو تقریر کا مقابلہ ہوا تو سٹیج سے جیت کا اعلان ٹی آئی کالج کے عبداللہ ہارون اور مطیع اللہ درد کے حق میں ہوا۔صرف یہی نہیں بلکہ جیتنے والے طلباء کو ٹرافی دینے والا شخص بھی کوئی معمولی انسان نہ تھا۔اور وہ پاکستان کے وزیر خارجہ مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب تھے۔

مطیع اللہ درد

مبارک صدیقی

یہ بھی سڑکیں ہیں کوئی یورپ کی
وقت گویا ہوا میں کتنا ہے
ان سے اچھی ہے اپنی جی ٹی روڈ
وقت ذکرِ خدا میں کتنا ہے

# ناچار کُرسی چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا

کالج میں کوئی تقریب تھی۔اعلان ہوا کہ کالج کے سب طلباء کیمسٹری ہال میں پہنچ جائیں۔ہم"صاحبانِ فرسٹ ائیر" جلدی سے وہاں پہنچ گئے اور سیڑھی دار فرش پر بچھی ہوئی کرسیوں اور بنچوں پر براجمان ہوگئے۔کچھ دیر میں کالج کے سینیئر سٹوڈنٹس اور سٹاف کے ممبران بھی آگئے تو ان کے بیٹھنے کو کرسیاں باقی نہ بچیں۔اس پر انتظامیہ کو فکر ہوئی کہ اب کیا کریں؟اس صورت حال کو دیکھ کر مکرم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب نے اعلان کیا کہ اوپر بیٹھے ہوئے فرسٹ ائیر کے سٹوڈنٹس،سٹاف اور سینیئر طلباء کے لئے کرسیاں خالی کردیں۔اور نیچے آکر شروع کی سیڑھیوں پر نیچے بیٹھ جائیں۔اس پر فرسٹ ائیر کے کچھ طلباء نے کرسیاں خالی کردیں اور حسبِ ہدایت نیچے جاکر بیٹھ گئے۔چنانچہ دوبارہ اعلان پر کچھ مزید طلباء نیچے آگئے۔میں اور کچھ دیگر فرسٹ ائیر کے طلباء نہ جانے کیوں اپنی جگہ سے ہلنے کو تیار نہ تھے۔اس پر مکرم نصیر خان صاحب نے نام بنام پکار کر نیچے آنے کا حکم دیا۔چنانچہ ناچار و بادلِ نخواستہ کرسی چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور نچلی سیڑھیوں پر جاکر بیٹھنے کی بجائے ہال ہی سے باہر نکل گیا۔ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ کالج یونین کے صدر جناب مرزا انس احمد صاحب میرے پاس سے گزرے اور دریافت فرمایا کہ یہاں کیا کر رہے ہو اور ہال میں کیوں نہیں گئے؟میں نے رنجیدہ آواز میں عرض کیا کہ میاں صاحب!جب ہمارے کالج کا ہال اتنا بڑا بن جائے گا کہ سب طلباء اس میں عزّت کے ساتھ سماسکیں تب جایا کروں گا۔آپ نے میری بات سنی اور شاید میری اس"گستاخی" کی اطلاع مکرم پروفیسر نصیر خان صاحب کو دی۔اس دوران تقریب شروع ہوگئی اور میں رنجیدہ و پریشان باہر ہی کھڑا رہا۔اتنے میں کیا دیکھا کہ نصیر خان صاحب میری طرف آئے،مجھے ساتھ لیا اور کیمسٹری ہال کے کھلے دروازے کے پاس لا کھڑا کیا۔اُس وقت میری حیرت اور خجالت کی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ وہ جگہ جہاں میں نے بیٹھنا گوارا نہ کیا تھا اسی جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے فرزندِ ارجمند اور بعد میں خلیفۃ المسیح الثالث کے بلند مرتبے پر فائز ہونے والے ہمارے محبوب پرنسپل مرزا ناصر احمد صاحب فرسٹ ائیر کے طلباء کے درمیان فرش پر یوں بیٹھے ہوئے ہیں جیسے چاند ہالے میں۔یہ نظارہ دکھا کر مکرم پروفیسر نصیر خان صاحب نے مجھ سے کہا اب تم جاسکتے ہو۔اس روز مجھے احساس ہوا کہ حقیقی عظمت اور بڑائی صرف کرسی پر بیٹھ جانے میں نہیں۔بلکہ اس نمونے میں ہے جو پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے بلند مرتبت ہونے کے باوجود خاکساری میں دِکھایا۔یہ وہ سبق ہے جو بغیر کسی لفظی لیکچر کے مکرم پرنسپل صاحب کے نمونے سے مجھے ملا۔ایسا سبق بھلا کسی کلاس روم اور کسی تعلیمی ادارے میں دیا جاتا ہے؟

(منور احمد نمی۔گلاسگو۔سکاٹ لینڈ)

# جستہ جستہ

فیروز خان نون نے دوسری شادی کی تو مولانا عبدالمجید سالک صاحب سے کسی نے دریافت کیا ’’مولانا! نون صاحب کی پہلی بیگم کو ’بیگم نون‘ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان کی دوسری بیگم کو کیا کہا جائے گا؟‘‘

مولانا نے بے ساختہ جواب دیا: ’’آفٹر نون‘‘

## اعداد و شمار

## 2030ء میں مسلمانوں کی آبادی 2.2 ارب ہو جائے گی

واشنگٹن (اے ایف پی) امریکہ کے پیو ریسرچ سینٹر نے بتایا ہے کہ دنیا میں عیسائیوں کی تعداد 2.18 ارب ہوگئی ہے جو دنیا کی کل 6.9 ارب آبادی کی ایک تہائی تعداد ہے۔ رپورٹ کے مطابق ان میں نصف عیسائی کیتھولک، 36.7 فیصد پروٹسٹنٹ اور 11.9 فیصد آرتھوڈکس ہیں۔ رپورٹ کے مطابق دنیا میں مسلمانوں کی آبادی 1.6 ارب ہے اور توقع ہے کہ 35 فیصد اضافہ سے 2030 میں 2.2 ارب ہو جائے گی۔

## سورج ہمارا دوست یا دُشمن

آصف علی پرویز

سورج میں آخر کون سی بھٹی لگی ہوئی ہے؟ جو ہمیں بغیر بجلی کا بل ادا کئے اور بغیر لوڈشیڈنگ کے سالہا سال سے مسلسل گرمی بھی بہم پہنچا رہی ہے اور روشنی بھی۔ کیا سردیوں میں حرارت کی کمی اس لئے ہوتی ہے کہ یہ بھٹی بند ہو جاتی ہے؟ نہیں! دراصل ہم سردیوں کے موسم میں سورج سے گرمیوں کے موسم کی نسبت دُور ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں سورج کی حرارت اس مقدار میں ہم تک نہیں پہنچتی جتنی سورج سے قُربت کے دنوں میں پہنچتی ہے۔ یہ سورج کی روشنی اور حرارت ہی ہے، جو کرۂ ارض پر خالقِ کائنات کے اِذن سے زندگی کی گاڑی کو چلا رہی ہے۔ سورج، جس کی روشنی اور حرارت کے بغیر زمین پر انسانی، حیوانی اور نباتاتی زندگی کا تصوّر ہی ممکن نہیں، یہ روشنی اور حرارت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ سورج جسے قرآن میں **سراجاً منیرا** کہا گیا ہے، اس کے اندر ہر لحہ لاکھوں بلکہ شاید کروڑوں ہائیڈروجن بم پھٹ رہے ہیں۔ ہائیڈروجن بم کا سادہ اصول یہ ہے کہ ہائیڈروجن کے ایٹم ہیلیم گیس میں تبدیل ہوتے وقت زائد مادہ Energy کی شکل میں خارج کرتے ہیں۔ یہی بے پناہ طاقت سورج کی حرارت اور روشنی کا منبع ہے۔

**کُل من علیھا فان** کے قرآنی اصول کے تحت خدا تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہے۔ سائنسدانوں کے اندازے کے مطابق سورج میں موجود تمام ہائیڈروجن گیس قریباً 5 کھرب سالوں میں ہیلیم گیس میں تبدیل ہو جائے گی تو سورج اپنے موجودہ سائز سے 200 گنا بڑا ہو کر سرخ ستارا بن جائے گا۔ پہلے مرکری اور پھر وینس کو بھون کر کھا جائے گا۔ زمین کی باری اس کے بعد آئے گی تو زمین کا ذرہ ذرہ تباہ برباد ہو کر ایٹم اور دیگر بنیادی ذرّات میں تبدیل ہو جائے گا۔ مگر کون جیتا ہے تری زُلف کے سر ہونے تک۔ رُوئے زمین پر متوقع برفانی ادوار کے نتیجے میں نسلِ انسانی شاید اس سے بہت پہلے ہی معدوم ہو چکی ہوگی؟ **واللہ اعلم بالصواب**۔

## دو شعر

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے دو عارفانہ اشعار:

اے خدا، اے میرے رب، رب الوریٰ
میں ہوں بیکار اور تو ہے کبریا
ظاہری حرفوں میں ہے گو اشتراک
فرق ہے معنوں میں پر بے انتہا

بیکار = ب، ی، ک، ا، ر  کبریا = ک، ب، ر، ی، ا

ایک دفعہ جوش ملیح آبادی مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات کیلئے گئے اور ملاقاتیوں کے کمرے میں بیٹھ کر اپنے نام کا رقعہ اندر بھجوا دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد بعض ضروری معاملات پر غور و فکر میں مصروف تھے اس لئے جوش ملیح آبادی کا کارڈ نہ دیکھ سکے۔ ادھر جوش صاحب نے انتظار کی طوالت سے گھبرا کر یہ شعر لکھ کر اندر بھجوا دیا اور خود فوراً ہی وہاں سے چلے آئے۔ شعر یہ تھا:

نامناسب ہے خون کھولانا
پھر کسی وقت مولانا

کرنل مجید ملک نے پطرس بخاری کو مشورہ دیا کہ آپ جب اپنے مضامین کا مجموعہ چھپوائیں تو اس کا نام ’صحیح بخاری‘ رکھیں۔ پطرس بخاری نے دو بدو جواب دیتے ہوئے کہا ’’آپ جب اپنا مجموعۂ کلام شائع کریں تو اس کا نام ’کلامِ مجید‘ رکھیں۔

## کم کھانے سے دماغ جوان رہتا ہے

واشنگٹن (اے ایف پی) اٹلی کے سائنسدانوں نے بتایا ہے کہ انہوں نے مالیکیولر پراسس دریافت کیا ہے جس کے مطابق کم کھانا دماغ کو بڑھاپے کے اثرات سے محفوظ اور جوان رکھتا ہے۔ یہ ریسرچ امریکی جرنل میں شائع ہوئی ہے۔

# تعلیم الاسلام کالج کے مرحوم اساتذہ اور کارکنان کا ذکرِ خیر

پروفیسر پرویز پروازی

گذشتہ سے پیوستہ

جب ہم کالج میں داخل ہوئے تو کالج کے وائس پرنسپل میں قبلہ پروفیسر اخوند عبدالقادر صاحب تھے۔ انگریزی کے آدمی تھے انگریزوں کی طرح انگریزی بولتے تھے مگر سر پر طرہ والی پگڑی پہنتے تھے اور اچکن یا شیروانی میں ملبوس رہتے۔ بہت رعب داب والی شخصیت تھی ہم نے تو ان سے پڑھا نہیں البتہ ایک دوبار ان کی انگریزی سننے کے شوق میں اپنے بے تکلف دوستوں سعید رحمانی اور اسلام بھٹی کے ساتھ ان کی کلاس میں جا بیٹھے۔ دیکھا کہ ان کی کلاس میں ایک اجنبی شخص موجود ہے تو پوچھا آپ کیسے آئے ہیں ہم نے کہا آپ کی انگریزی کی دھوم سنی ہے اسے سننے کے لالچ میں آ گئے ہیں فرمایا اچھا بیٹھو بیٹھو تمہارے پلے تو کچھ پڑے گا نہیں۔ ہم بیٹھے ان کو انگریزی بولتے دیکھتے رہے۔ طالب علموں پر ان کا بہت رعب تھا کوئی ان کے سامنے دم نہیں مارتا تھا۔ اس روز ہمیں پتہ چلا کہ سعید احمد خاں رحمانی پر اخوند صاحب کی انگریزی کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ لچھے دار انگریزی۔ مشکل موٹے موٹے الفاظ۔ ریٹائر ہونے کے بعد کالج میں کبھی نہیں آئے نہ ہی یہ پتہ چلا کہ کہاں فوت ہوئے اور کہاں دفن ہیں۔

تعلیم الاسلام کالج میں داخل ہوئے تو سب سے پہلا تعلق قبلہ پروفیسر محبوب عالم صاحب خالد سے استوار ہوا۔ ہوا یوں کہ پرنسپل صاحب نے جب ہمارے داخلہ فارم پر اپنے دستخط ثبت فرما دئے تو ارشاد فرمایا خالد صاحب کے پاس چلے جائیں۔ خالد صاحب کا کمرہ پرنسپل صاحب کے کمرہ کے بالکل سامنے ہی تھا۔

ہم نے اپنا فارم لیا اور خالد صاحب کے کمرہ میں چلے گئے۔ اس زمانہ میں کمرہ پر کوئی جالی تھی نہ کسی چق کا وجود تھا۔ خالد صاحب تو ہماری ہی گلی کے مکین تھے اور پرنسپل صاحب کی طرح ہمارے ابا کے دوست اور ہمجولی بھی تھے۔ خالد صاحب نے بھی ہمارے داخلہ کے فارم پر ایک نشان سا لگا دیا اور فرمایا جنید صاحب کے پاس لے جائیں۔ جنید صاحب اللہ کیا باغ و بہار شخصیت تھے منہ میں پان کی پیک بھری رہتی تھی اور ہونٹ بقول شخصے خونِ کبوتر بنے رہتے۔ ہمارا فارم دیکھا فرمایا بس ہو گیا آپ کا داخلہ یہ فائیل سنبھالئے۔ وہ فائل المنار کی فائل تھی۔ گویا پہلے روز سے ہی ہمیں المنار سے وابستگی کا پروانہ مل گیا۔ ہمیں پتہ بھی نہ چلا اور فیس بھی جمع ہو گئی رولنمبر بھی مل گیا۔ طے شود جادہ ءصد سالہ بہ آہے گاہے! قبلہ خالد صاحب سے ہماری روستائی المنار کے سلسلہ میں تھی کچھ اس لئے بھی کہ ہم نے اردو کا مضمون رکھا تھا۔ پرنسپل صاحب ہم پر مہربان تھے اور اپنے عمو صاحب کی ملاقات کے لئے لاہور سے ربوہ تشریف لاتے تو ہر بار یہی فرماتے تھے آپ کی جگہ یہ نہیں کالج ہے۔ اب ہم تھے اور کالج تھا اسی کالج نے ہمیں علم کے نور سے روشنی دی اور پھر اسی کالج سے وابستگی نے ہمیں مٹی سے اٹھا کر کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ جی تو یہی چاہتا تھا اور ہے کہ اسی کالج سے وابستگی میں عمر بسر ہو مگر گردش زمانہ کے سامنے کس کی پیش گئی ہے کہ ہماری جاتی۔ حسرت یہ تھی کہ اس کی گلی میں رہے یہ خاک۔ ہم خاک ہو گئے تو ہوا تیز ہو گئی۔

قبلہ پروفیسر شیخ محبوب عالم خالد کے انتقال کی خبر ملی تو یوں محسوس ہوا کہ ہم ننگی دھوپ میں کھڑے رہ گئے ہیں اور سر پر کوئی سایہ نہیں۔ خالد صاحب ہمارے اساتذہ میں سے تھے اور استاد اپنے شاگردوں کے لئے گھنے سایہ کی مانند ہوتا ہے جو انہیں لاعلمی کی کڑی دھوپ سے امان میں لاتا ہے۔ خالد صاحب کا اٹھ جانا ایک فرد کا اٹھ جانا نہیں اخلاص و وفا اور جاں نثاری کے ایک پورے عہد کا اٹھ جانا ہے۔ سلسلہ کے پرانے جاں نثاروں میں وہ اپنی سادگی' محبت محنت اور ہمہ وقت خدمت گذاری کی وجہ سے ممتاز تھے۔ ان جیسے اور بھی بہت ہوں گے مگر بات حالی کی سچی ہے عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں؟

ہمارا خالد صاحب سے ہمسائیگی کا تعلق بھی تھا۔ خالد صاحب اس تعلق کا لحاظ بھی رکھتے تھے۔ کہیں راستہ میں ہمیں ننگے سر پھرتا دیکھ لیتے تو ٹوکتے اور کہتے میاں میرے ہمسائے میں رہتے ہوا پنے ''سر'' کا خیال رکھا کرو۔ ایک بار ہم نے شوخی میں کہہ دیا کہ ''سر ہم تو آپ کا بہت خیال رکھتے ہیں'' مسکرائے کہنے لگے ''مگر میں تمہارے سر کی بات کر رہا تھا''۔ ہم نے کہا ''جناب ہم بھی اپنے ہی ''سر'' کی بات کر رہے ہیں''۔ فرمانے لگے ''باتوں میں تمہارے ساتھ کون پورا اترے مگر میں حق ہمسایہ کا فائدہ اٹھاتا ہوں''۔ اب ان کے اٹھ جانے کے بعد ہماری گلی بالکل خالی ہو گئی ہے۔

استاذی المحترم صوفی بشارت الرحمٰن! سبحان اللہ کیسا نیک پاک صاف ستھرا بے ریا وجود تھا۔ عربی ان کا تخصص تھا مگر تربیت ان کا فرض! کالج کا پراکٹوریل نظام ان کے دم قدم سے قائم تھا۔ ہاسٹل میں بھی ٹیوٹر تھے اپنے طالب علموں سے انتہا کے اخلاص و وفا کی توقع رکھتے کیونکہ خود ان دونوں میں انتہا کے مقام پر تھے۔

نمازی دعا گو مخلص ہمدرد۔ تقویٰ کے جس مقام پر فائز تھے اپنے طالب علموں کو بھی اسی مرتبہء بلند تک لے جانا چاہتے تھے اسی لئے ہم جیسے کمزور طالب علم ان سے بہت بدکتے تھے۔ کالج کے شرارتی طلبہ یا نظام کی ذرا سی بھی خلاف ورزی کرنے والے ان کی گرفت سے بچ نہیں سکتے تھے۔ کڑا جرمانہ کرتے اور پرنسپل صاحب دریا دلی سے وہ جرمانہ معاف کر دیا کرتے تھے۔

کلاس میں اپنے طلباء سے چھیڑ چھاڑ کرنا ان کی سنت جاریہ تھی مگر کسی کی سبکی مقصود نہیں تھی محض کلاس کی فضا کو خوشگوار بنانے کو ایسا کرتے تھے۔ دوران سبق لطائف کی پھلجھڑیاں بھی چھوڑتے تھے۔ ایک بار کالج آتے ہوئے ان کی سائیکل سے ان کا تھیلا گر گیا اور خوبیء قسمت کہ ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ ہم نے ان کی کتاب قطف الازہار دیکھی آپ نے بین السطور ترجمہ بھی لکھا ہوا تھا اور حاشیہ پر وہ لطائف بھی درج تھے جو آپ کلاس میں سنایا کرتے تھے یعنی ان لطائف کا بھی ایک معین مقام تھا۔ دو دن ہم نے کتاب واپس نہیں کی صوفی صاحب نے دو دن کلاس نہیں لی۔ ہمیں تو کلاس نہ لینے کی وجہ کا پتہ تھا صوفی صاحب غلط بیانی تو کر نہیں سکتے تھے یہی کر سکتے تھے کہ کلاس کے وقت پر چھٹی لے لیں۔ لوگ بھی حیران تھے کہ وہ پروفیسر جس نے شدید بیماری کے دوران بھی کبھی چھٹی نہیں لی دو دن سے تسلسل سے چھٹی کیوں لے رہا ہے۔ آخر ہم نے یعنی دو چار دوستوں نے مل کر کتاب واپس کر دینے کا فیصلہ کیا اور صوفی صاحب کو جا کر کتاب اور تھیلا واپس کر دیا اور جناب ہمیں صوفی صاحب نے پہلی اور آخری بار چائے پلائی۔ عزیزم مولانا عطاء المجیب راشد جیسے لائق شاگردوں کو تو وہ چائے پلاتے ہی رہتے ہونگے ہم جیسے نالائقوں کی بھی بن آئی ہاں ایک اور فائدہ بھی ہوا کہ وہ جو وقتاً فوقتاً عربی گرامر کے مشکل سوالات پوچھ کر ہمیں آزمائش میں ڈالتے اور زچ کرتے رہتے تھے وہ آزمائش بھی ختم ہو گئی۔

صوفی صاحب کالج سے ریٹائر ہوئے تو گویا ان کی زندگی تھم سی گئی۔ نظارت تعلیم میں کام کیا مگر انتظامی نوعیت کے کام ان کو راس نہیں آتے تھے۔ بہشتی مقبرہ کے محکمہ میں رہے پھر جامعہ میں متعین ہوئے مگر بجھ سے گئے تھے کچھ ان کی عمر بھر کی الرجی کی تکلیف غلبہ کر آئی تھی اواخر عمر میں تو سانس لینا بھی دشوار ہو گیا تھا۔ وہ جو عرفی نے کہا تھا کہ وہ سینہ جس میں دنیا بھر کے آلام سما جاتے ہیں ایک سانس کا متحمل نہیں ہو پاتا۔ اسی عالم میں وہ نفس مطمئنہ اپنے مولا

کے حضور حاضر ہو گیا۔ اللھم اغفرہ۔

٭ مولانا ارجمند خاں صاحب ہمارے دینیات کے استاد تھے۔ ہمارے ابا کے مدرسہ احمدیہ کے زمانے کے استاد تھے اس لئے ہم کوئی اونچ نیچ کرتے اور اکثر کرتے رہتے تھے تو سرزنش فرمانے کی دھمکی دیتے خو! تمہارا باپ بھی میرا شاگرد ہے اس کے بھی کان کھینچوں گا۔ کیا مہربان وجود تھا بات اس خوبی سے کرتے کہ سیدھی دل میں اترتی تھی۔ عمر بھر پنجاب میں رہ کر پڑھایا مگر ان کا پشتو لہجہ ان کے ساتھ مخصوص تھا اس پر انہوں نے کوئی آنچ نہیں آنے دی۔ ہر بات کے ساتھ خو کہنا ان کی عادت تھی اس بات پر کوئی سمجھوتا انہوں نے نہیں کیا۔ دینیات کو دینیات سمجھ کر پڑھاتے اور اپنے مضمون کے تقدس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کلاس کی فضا کو بھی پاکیزہ رکھتے ہمارے ایک دوست تمباکو نوشی میں بہت بڑھے ہوئے تھے وہ بغیر کلی کئے کلاس میں آجاتے تو فوراً کلاس سے نکال دیتے فرماتے کلی کر کے آؤ۔ میں وضو کر کے آسکتا ہوں تم کلی کر کے نہیں آسکتے۔ ہمارا یہ بے بدل استاد کینیڈا کی سرزمین میں آسودہء خاک ہے۔

٭ مولانا غلام احمد بدوملہی بھی دینیات کے استاد تھے۔ عالم بے بدل اور حاضر جواب مقرر۔ جوانی میں میدان مناظرہ کے شہسوار تھے۔ سب طلبا کے رولنمبر انہیں یاد رہتے۔ بلکہ وہ کالج سے باہر ملتے تو رولنمبر کے حساب سے لڑکوں کو بلاتے۔ ان کی کلاس میں پراکسی بھلا کون بولتا؟ کالج میں شرارتی طلباء سے نوک جھونک ہوتی تو ایسا مسکت جواب دیتے کہ شرارت سے سوال کرنے والا اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا۔ بیرونی ممالک میں گیمبیا اور ماریشس میں مبلغ بھی رہے جہاں تک میری یادداشت کام دیتی ہے گیمبیا کے گورنر جنرل ایف ایم سنگھاٹے کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت حاصل کرنے کا مشورہ مولانا صاحب ہی نے دیا تھا واللہ اعلم بالصواب۔ میں نے ابھی اپنے رفیق کار اور دوست پروفیسر محمد اسلم صابر سے استصواب کیا انہوں نے بھی میری بات کی تائید کی ہے الحمدللہ کہ میری یادداشت نے دھوکا نہیں دیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

مولانا کالج کے سٹاف کو سال میں ایک بار دم پخت گوشت پکا کر کھلاتے تھے۔ واہ واہ کیا مزے دار چیز تھی یہ دم پخت عین سٹاف روم کے سامنے پکایا جاتا۔ اس کے لئے گوشت مولانا اہتمام سے چن کر کٹوا کر لاتے۔ مرچ مصالحے ٹماٹر غرض ہر چیز خالص مہیا کی جاتی ہلکی ہلکی آنچ پر گوشت پکتا اور پھر مولانا سگھڑ بی بی کی طرح کھانا نکالتے اور ایک ایک پلیٹ اور ایک ایک بوٹی ہر ایک کو دیتے جاتے۔ جو لوگ زیادہ کی فرمائش کرتے مولانا فرماتے ایک ہی ہضم کر لو تو دوسری بھی دے دوں گا مگر ایک بوٹی کھانے کے بعد اتنی سیری ہو جاتی تھی کہ دوسری کی خواہش ہی باقی نہیں رہتی تھی بس لوگ کھاتے اور ہونٹ چاٹتے رہ جاتے۔ کئی بار گھروں میں ہم لوگوں نے ویسا دم پخت پکانے کی کوشش کی مگر وہ ذائقہ پیدا نہ ہوا۔ ہمیں تو وہ نظارہ یاد ہے کہ مولانا پکار رہے ہیں اور سارا سٹاف ان کے گرد جمع ہے مگر مولانا ایک معین حد سے کسی کو آگے آنے کی اجازت نہیں دیتے۔ مولانا خاموشی سے بڑے دیگچے کو ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے ہیں ڈھکنا اوپر سے آٹا لگا کر بند کیا ہوا ہے اس میں کہیں کہیں سے بھاپ نکل رہی ہے اور سوندھی سوندھی خوشبو نے سارے کالج کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اور مولانا بڑی اماں کی طرح چولہے کے سامنے بیٹھے ہیں اور ارد گرد کھڑے بچوں کو چولہے کے پاس آنے سے روک رہے ہیں۔

٭ مولانا ابو العطا صاحب جامعہ احمدیہ اور جامعۃ المبشرین کے پرنسپل کے طور پر سبک دوش ہونے کے بعد کالج میں تشریف لائے تھے ایسے اعلیٰ مرتبے کے اداروں کے مقابلہ میں کالج میں دینیات کی پروفیسری کوئی دنیاوی منفعت کے لئے نہیں تھی محض اس بات کا ثبوت دینے کو تھی کہ ایک واقف زندگی کو کسی بھی کام پر مقرر کیا جا سکتا ہے اور کوئی کام بھی اس کے مرتبے کے منافی نہیں۔ حضرت مولانا اپنے رفقاء کے ساتھ نہایت محبت اور پیار سے پیش آتے ان میں کوئی تفاخر نہیں تھا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ سرگودھا ایکسپریس سے ربوہ سے لاہور جانے کے لئے ان کے ہمرکاب ہونے کا موقعہ ملا۔ سفر و حضر میں اپنے ماحول کو بشاشت سے خوشگوار بنائے رکھتے۔ سرگودھا ایکسپریس میں صرف دوسرا درجہ ہی نہیں تھا فرسٹ کلاس کا درجہ بھی تھا مگر مولانا ہمیشہ سیکنڈ کلاس میں دوسرے ساتھیوں کی طرح سفر کرتے۔

مولانا سلسلہ کے جید علما میں تھے ان کا رسالہ الفرقان ملک کے علمی حلقوں میں بڑا وقیع جانا جاتا تھا۔ ہمارے ایک غیر از جماعت دوست کو بہائی مسئلہ پر اپنا ایم اے کا مقالہ لکھنا تھا۔ اسے علامہ علاؤالدین صدیقی صدر شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی نے کہا کہ وہ ربوہ چلا جائے اور مولانا ابو العطا صاحب سے استمداد کرے۔ وہ صاحب جو بعد کو اسلامیات کے سینئر پروفیسر کے مرتبہ تک پہنچے ربوہ آئے میں انہیں مولانا کے پاس لے گیا مولانا نے نہ صرف چائے پانی سے تواضع فرمائی بلکہ رسالہ الفرقان کا وہ نمبر بھی انہیں ہدیۃً دے دیا جو آپ نے بڑی محنت سے شائع کیا تھا۔ اور فرمایا اگر اس کے بعد بھی کسی مدد کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں۔ وہ صاحب عمر بھر مولانا کے اس احسان کو نہیں بھولے۔ یہ کالج کی خوش نصیبی تھی کہ سلسلہ کا مولانا جیسا عالم اس کے سٹاف پر رہا اور طلبا کو علم سے بہرہ ور کرتا رہا۔

٭ مولانا کے بعد ملک محمد عبداللہ صاحب بھی کالج کے سٹاف پر رہے۔ بڑے محنتی استاد تھے۔ اپنی اولاد کو بھی انہوں نے ایم اے تک تعلیم دلائی۔ ان کا بیٹا ڈاکٹر ملک مقبول احمد ہمارا شاگرد رہا بیٹی ایم اے تک پڑھی غالباً کسی کالج میں لیکچرار بھی رہی۔ سنا ہے ملک صاحب نے اپنی خودنوشت قلمبند کی تھی ہم تک پہنچی ہوتی تو اس پر ضرور کچھ لکھتے۔

٭ عربی میں ایم اے کی کلاسیں شروع ہوئیں تو اپنے ملک مبارک احمد صاحب جامعہ سے وزیٹنگ پروفیسر کے طور پر تشریف لانے لگے۔ وہ کالج کے واحد وزیٹنگ پروفیسر تھے۔ سارے ملک میں ان جیسا عربی کا عالم اور کوئی نہیں تھا۔ ہم نے علی گڑھ یونیورسٹی کے پروفیسر عبدالعزیز میمن کا بہت ذکر سنا ہے ہمارے ملک صاحب ان سے کسی طور کم نہ تھے۔

٭ ہم نے انگریزی جناب محمد لطیف صاحب سے پڑھی وہ حساب کے ایم اے تھے مگر کالج میں انگریزی پڑھانے پر مامور تھے پھر جماعت کی طرف سے افریقہ چلے گئے۔ واپس آکر وہ بیچارے جلد ہی فوت ہو گئے تھے دارالصدر میں بڑی سی کوٹھی انہوں نے خریدی تھی مگر اس میں رہنا انہیں نصیب نہ ہوا۔ ان کا بھائی حفیظ کالج میں آیا تھا اب پتہ نہیں کہاں ہے سنا ہے ان کا بیٹا ڈاکٹر ہے اور یہاں انگلستان میں ہے۔

٭ ہمارے فارسی کے استاد قبلہ چوہدری عطاء اللہ صاحب نہایت خاموش طبع اور متین صورت آدمی تھے سٹاف روم میں بھی کسی سے کوئی سروکار نہ رکھتے۔ اپنی کلاس لی اور بس مگر سٹاف پر ایسے ایسے تیز لوگ بھی موجود تھے جنہیں چوہدری عطاء اللہ صاحب کی خاموش طبعی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی وہ ان سے چھیڑ چھاڑ لگائے رکھتے مگر آفرین ہے چوہدری عطاء اللہ صاحب کہ ان پر کوئی اثر نہ ہوتا ایک میٹھی مسکراہٹ سے ان کی باتیں سن لیتے اور چپ رہتے۔

اچھے خاصے زمیندار تھے کالج کی تنخواہ کے علاوہ بھی ان کو زمین سے خاصی آمدنی ہو جاتی تھی دارالصدر میں ان کی اچھی خاصی کوٹھی تھی مگر سٹاف روم میں چائے پینا یا چائے پلانا ان کی سنت کے خلاف تھا ان کی اس عادت کے خلاف تو پرنسپل صاحب بھی ان سے چائے پلانے یا

کھانا کھلانے کا مطالبہ کر لیتے تھے مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوتے۔ فرماتے تھے گھر پر آ جائیں پلا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا دیا تو البتہ چوہدری صاحب نے سٹاف کو ایک ایک ٹکرا برفی کا کھلایا۔ ہم ان سے صرف آپشنل فارسی پڑھتے تھے ایف اے میں بھی اور بی اے میں بھی ہم نے فارسی کے ساتھ تعلق قائم رکھا۔ ہمیں یاد نہیں پڑتا کہ چوہدری صاحب نے کبھی کلاس میں بھی سر اٹھا کر کسی طالب علم سے بات کی ہو یا کسی کو ٹوکا ہو۔ ایسے لوگ دنیا میں کتنے ہوتے ہیں؟

❁ پروفیسر محمد شریف خالد۔ واقف زندگی تھے کسی زمانہ میں وکیل الدیوان کے عہدے پر بھی کام کیا تھا۔ سیدھے سادے جاٹ! پرائیویٹ طور پر ایم اے انگریزی کر لیا تو کالج کے سٹاف پر آ گئے مگر انگریزی نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ وہی جاٹوں والی سادگی لباس میں بھی پڑھانے میں بھی اور رکھ رکھاؤ برتاؤ میں بھی۔ ایک سائیکل پر کالج آتے تھے پھر ایک روز سٹاف روم میں یہ اعلان فرمایا کہ میں نے اپنی سائیکل بیچ کر ایک بھینس خرید لی ہے۔ ایک دوست فرمانے لگے لو کل سے شریف خالد صاحب بھینس پر سوار ہو کر کالج تشریف لایا کریں گے۔ مگر شریف خالد صاحب بھینس پر سوار ہو کر آتے یا سائیکل پر کلاس کا کبھی ناغہ نہ کرتے۔ کالج کے واحد استاد تھے جن پر کلاس چھوڑنے کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ لڑکوں میں بہت مقبول تھے۔ زیادہ تر طالب علم انہیں چاچا شریف خالد کہتے تھے اور شریف خالد صاحب کا برتاؤ بھی طلبا سے بڑا ہمدردانہ اور 'چاچانہ' تھا۔ کالج سے فارغ ہوتے تو اپنی بھینس کے لئے چارہ خود کاٹ کر لاتے اور گھر پر انہیں دیکھ کر ذرا اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کالج کے پروفیسر ہیں۔ اندر باہر سے ایک تھے کھرے اور صاف گو۔ بچوں کو انگریزی کی ٹیوشن بھی پڑھاتے تھے مگر صرف ان کو جو گھر پر آ کر ان سے پڑھیں کسی کے ہاں جا کر پڑھانا ان کی عادت نہیں تھی۔ کالج سے سبکدوشی کے بعد ماشاءاللہ لمبی عمر پائی اور ربوہ میں ہی پیوند خاک ہوئے۔

❁ اپنے سائنس کے رفقاء کا ذکر میں اب تک مؤخر کرتا چلا آ رہا ہوں۔ میاں عطاء الرحمٰن! آدمی نہیں فرشتہ تھے لباس میں وضع داری ان کی خصوصیت تھی ہمیشہ اَچکن شلوار قمیص پہنتے اور ٹوپی اوڑھتے ہاتھ میں چھڑی رکھتے یا گرمیوں میں چھتری۔ دارالرحمت وسطی میں اپنے گھر سے نکلتے تو ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کالج آتے ریلوے لائن کے ساتھ چلنے کی غایت یہ تھی کہ جوتے ربوہ کی بے پناہ گرد سے محفوظ رہیں۔ کالج پہنچتے ہی چائے کا پانی ہیٹر پر رکھ دیتے چائے بن جاتی تو اطمینان سے بیٹھ کر اس کی چسکیاں لگاتے اور لطف لیتے۔ ہم نے سائنس نہیں پڑھی مگر ان کے طلباء کو یہی کہتے سنا کہ فزکس پڑھنی ہو تو میاں عطاء الرحمٰن صاحب سے پڑھو۔ علم کو پانی کر دیتے ہیں۔ طبیعت کے دھیمے تھے مگر ایک بار ہم نے انہیں غصہ میں بھی دیکھا۔ کسی لڑکے نے کسی استاد کے خلاف ان سے شکایت کرتے ہوئے نازیبا الفاظ استعمال کئے تھے۔ میاں صاحب نے اس طالب علم کو اتنے غصہ سے اپنے کمرے سے نکل جانے کو کہا کہ ہم جو پڑوس میں نصیر خاں صاحب کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے حیران رہ گئے۔ وہ طالب علم باہر نکل کر رونے لگا۔ ذرا سی دیر کے بعد میاں صاحب کمرہ سے باہر آئے اور اس سے معافی مانگنے لگے بیٹا اساتذہ کے خلاف نازیبا باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ تب ہمیں پتہ چلا کہ اس طالب علم نے کیا حرکت کی تھی۔ اس روز سارا دن میاں صاحب خاموش خاموش رہے۔ میاں صاحب صبح کالج آتے اور شام تک جب تک پریکٹیکل وغیرہ ختم نہ ہو جاتے کالج میں رہتے۔ دوپہر کے کھانے کا کیا کرتے تھے ہمیں علم نہیں۔ چائے تک تو خود بناتے تھے اپنے شعبہ کے مددگار کارکنوں سے نہیں بنواتے تھے۔

❁ فزکس کے کارکن غلام حیدر صاحب بھی کالج کے مخلص خدمت گذار تھے۔ کالج کی تعمیر کے کام میں وہ بہت مستعدی سے حضرت میاں صاحب کے ساتھ کام کرتے رہے ان کا ایک بیٹا ہمارا کلاس فیلو تھا دوسرا ہمارا شاگرد ہوا۔

❁ پروفیسر حبیب اللہ خاں! حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں گوہر کے صاحبزادے اور مولانا عبدالمالک خاں صاحب کے بھائی تھے۔ کیمسٹری کا آدمی ہونے کے باوصف نہایت ادب دوست اور ادب پرور آدمی تھے۔ سائنسی موضوعات پر ان کے کتابیں اردو سائنس بورڈ نے چھاپیں اور انہیں انعام بھی دیئے۔ پروفیسر حبیب اللہ خاں صاحب کی سائیکل بھی پطرس کی سائیکل کی قریبی رشتہ دار تھی مگر اس نے خاں صاحب کا ساتھ نبھایا۔ حبیب اللہ خاں صاحب کی آواز بھی اپنے ابا کی طرح پاٹ دار تھی۔ کیمسٹری تھیئٹر میں ہم جیسوں کو لاؤڈ سپیکر کی ضرورت پڑتی تھی مگر خان صاحب بغیر کسی لاؤڈ سپیکر کے پڑھاتے تھے۔ ان کی محنت کا یہ عالم تھا کہ کالج میں پڑھاتے تھے پھر پریکٹیکل کرواتے تھے کالج کے کنٹرولر امتحانات تھے امتحانات کے لئے پرچوں کی تیاری چھپوائی اور بروقت تقسیم اس کے بعد نتائج مرتب کرنے کی ذمہ داری بڑا اہم کام تھا اور خاں صاحب کرتے تھے ان کے ساتھ صرف ایک کارکن ہمارے ناصر احمد صدیقی تھے جو ماشاءاللہ حیات ہیں۔ یہ سارے کام ان کے تدریسی فرائض میں شامل نہیں تھے مگر وہ اپنی راتیں کالی کرتے تھے۔ پھر کتابیں لکھتے بھی تھے۔ ادھر ماشاءاللہ بھرا پرا خاندان تھا بہت سے بیٹے بیٹیاں۔ کریم اللہ اور کلیم اللہ دونوں کالج میں تھے ہمیں آج تک پہچان نہیں ہوئی کہ ان میں کون کریم اللہ ہے اور کون کلیم اللہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ہم جیسے لفظوں کے طوطے مینا بنانے والوں کے علاوہ کیسے کیسے محنتی لوگ ہمارے کالج کو دے رکھے تھے۔

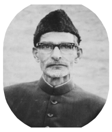

❁ فزکس میں اپنے مسعود احمد عاطف تھے اپنے مولانا عبدالرحیم درد کے داماد۔ کالج میں بس اپنے کام سے کام رکھتے تھے پڑھایا پریکٹیکل کروائے اور واپس گھر۔ کالج کی کسی زائد از نصاب سرگرمی میں انہیں مصروف نہیں پایا۔ اپنا گھر بنوانے کی انہیں لو لگی ہوئی تھی مگر گھر بن گیا تو بچارے رہگزائے قضا ہو گئے اس گھر میں زیادہ رہنا انہیں نصیب نہ ہوا۔ البتہ بچوں کی تعلیم و تربیت خوب کی۔ اس میں ہماری بہن رضیہ درد کا بھی بہت حصہ ہے۔

❁ زوآلوجی میں نصیر احمد بشیر آئے۔ ایم ایس سی میں گولڈ میڈل لے کر آئے تھے بڑے لمبے چوڑے وجیہہ آدمی تھے اور ربوہ کے دارالصدر کے احمد نگر کی سمت کے آخری کونے پر ایک سرخ کوٹھی میں رہتے تھے وہاں سے اپنے چھوٹے سے ٹیریئر کتے کی زنجیر پکڑ کر نکلتے کالا گاؤن گھر سے ہی زیب تن کر لیتے پہلے ریلوے لائن تک آتے اور ریلوے لائن کے ساتھ چلتے چلتے کالج تک تشریف لاتے۔ ان کے آنے سے قبل کالج کو بیالوجی کا کوئی استاد میسر نہیں تھا ہمارے اپنے ڈاکٹر حمید احمد خاں جیسے ذہین طلبا ہی کام چلا لیتے تھے اور اعلیٰ کامیابیاں بھی حاصل کرتے تھے۔ نصیر احمد بشیر صاحب ایک دو سال کے بعد پی ایچ ڈی کے لئے امریکہ چلے گئے ان سے کوئی بیس برس بعد میڈیکل کالج فیصل آباد میں ملاقات ہوئی آپ وہاں فزیالوجی کے پروفیسر تھے۔ آپ نے وہاں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا مگر جلد ہی دست اجل نے انہیں اچک لیا۔

❁ اپنے پروفیسر نصیر احمد خاں! زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا۔ ذہانت فطانت اور وجاہت اللہ تعالیٰ نے تینوں چیزیں انہیں بدرجہ اتم عطا کی تھیں۔ علی گڑھ کے پڑھے ہوئے تھے اس لئے علی گڑھ والوں کی جدت پسندی بھی ان میں تھی۔ کالج کی زائد از نصاب سرگرمیوں کی جان تھے۔ یونین کو یونین بنا دیا باسکٹ بال کا

کھیل شروع کیا تو ربوہ کو باسکٹ بال کا قومی مرکز بنا دیا۔ فزکس کے شعبہ میں ایم ایس سی کی کلاسز شروع کرنے کا سہرا پرنسپل صاحب کے بعد انہی کے سر ہے۔ ایم اے عربی کی کلاسیں تو پہلے شروع تھیں سائنس میں کسی کالج کو یونیورسٹی کے مقابلہ پر لا کھڑا کرنا کوئی معمولی کام نہیں تھا ہمارے کالج نے یہ کام کر دکھایا۔ نتائج دیکھ کر یونیورسٹی والوں نے بھی اعتراف کیا کہ ربوہ کالج کا معیار ہم سے کہیں آگے اور بہتر ہے۔ پھر نصیر احمد خاں صرف سائنسدان ہی نہیں تھے نہایت اچھے شاعر بھی تھے ان کا مجموعہ کلام رود چناب چھپا ہوا ہے۔ ہمارے ساتھ بہت بے تکلف بھی تھے اور محبت کا سلوک بھی روا رکھتے تھے۔ ابھی پچھلے دنوں اپنے بھائی مسعود احمد خاں دہلوی کا انتقال ہوا ہے ہم نے کسی مضمون میں لکھا تھا کہ بھائی مسعود احمد خاں دہلوی سیٹھ محمد اعظم اور نصیر احمد خاں اکٹھے ہو جاتے تو وہ پھلجھڑیاں چھوٹتیں کہ چراغاں ہو جاتا۔ نصیر احمد خان کا اتنا مختصر ذکر کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں مگر ان کی شخصیت کے تمام پہلو اجمال کے ساتھ ہم نے بیان کر دئے ہیں۔ یہ جوان رعنا، دل کی بیماری کے ہاتھوں اچانک ہم سے رخصت ہو گیا مگر اس کی یادیں اب تک دل میں کروٹیں لیتی ہیں۔ ان کے دونوں بیٹے ہمارے شاگرد ہوئے اور بیٹی عائشہ ہمارے دوست عنایت اللہ منگلا سے بیاہی ہوئی ہے تینوں بچے اپنے ابا کے دوست ہونے کی وجہ سے ہمارے ساتھ احترام و محبت کا سلوک روا رکھتے ہیں۔

۞ سٹاف میں مولوی محمد دین صاحب اسلامیات کے پروفیسر تھے بزرگ آدمی تھے اس لئے ہم ان سے اس طرح بے تکلف نہ ہو سکے جیسے دوسرے استادوں سے تھے مگر اپنے مضمون میں سند تھے۔ ۞ ان کے بعد اپنے عثمان صدیقی آئے ہماری ہی گلی کے مکین۔ واحد پروفیسر تھے جو ٹخنوں سے اونچی شلوار پہنتے تھے اور جرابوں کے بغیر جوتے۔ اٹلی میں مبلغ بھی رہے تھے واپس آنے کے بعد گھٹیالیاں کالج میں بھی پڑھایا جامعہ نصرت میں بھی پڑھایا پھر کالج کے سٹاف پر آ گئے۔ ہر وقت زیر لب دعائیں کرتے رہنا ان کا شیوہ تھا کئی بار ایسا ہوا کہ گلی میں ہمارے پاس سے گذر گئے اور دیکھا تک نہیں جب ہم نے شکوہ کیا تو فرمایا اچھا میں اپنے خیالات میں مگن تھا میں نے نہیں دیکھا۔ کالج میں بھی ان کا یہی عالم تھا۔ نیک خو تھے اور دیندار۔ ساتھ ہی اپنے شاگرد اور بعد کے رفیق کار انور حسن یاد آئے۔ کالج میں تھوڑا عرصہ ہی پڑھایا پھر افریقہ چلے گئے واپس آئے تو اس جانہار کو دست اجل نے جوانی ہی میں چھین لیا۔ نہایت متقی نوجوان تھے۔

۞ اپنے پروفیسر محمد ابراہیم ناصر کسی زمانہ میں ہنگری میں مبلغ رہے۔ پھر قدرت انہیں چنیوٹ سکول میں لے آئی کیونکہ اس کے اردگرد کنیر کی باڑھ تھی ہمارے ماسٹر ابراہیم ناصر صاحب نے وہ باڑ ہمارے ہاتھوں پر صرف کر دی مگر حساب ہمیں آنا تھا نہ آیا۔ پھر کالج میں آ گئے۔ ہم نے پہلے دن انہیں کالج میں دیکھا تو چنیوٹ سکول کی کنیر یاد آ گئی مگر الحمدللہ کہ حساب سے ہماری جان چھوٹ چکی تھی اور ناصر صاحب کی بید زنی سے بھی۔ ناصر صاحب کے سپرد کالج کے نصابیات کا شعبہ تھا شاید امتحانات کا کام بھی آپ نے کچھ عرصہ تک کیا۔ اچکن پہن کر کالج آتے تھے کلاس میں جاتے تو چاکوں کا پورا ڈبہ ختم کر کے لوٹتے ہاتھ اور اچکن دونوں چاک سے لتھڑے ہوتے۔ اپنے چوہدری حمید اللہ صاحب کا بھی یہی حال ہے۔ ہم تو یہ سوچ سوچ کر حیران ہوا کرتے ہیں کہ وکالت علیا میں چوہدری حمید اللہ صاحب کس چاک سے کام لیتے ہوں گے؟ چاک گریباں یا چاکِ جگر سے تو ان کا واسطہ نہیں۔

۞ پروفیسر رحمت علی مسلم گورنمنٹ کالج سرگودھا سے ریٹائر ہوئے تو کالج میں آ گئے۔ پھر جامعہ میں پڑھاتے رہے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں کے ایم اے تھے اور خوب عالم آدمی تھے۔

۞ اب اپنے عزیز دوست اور رفیق عبدالرشید غنی کا ذکر آ گیا۔ اللہ غنی کیا باغ و بہار آدمی تھے۔ کالج میں ڈیمانسٹریٹر تھے پھر پشاور یونیورسٹی سے حساب کے مضمون میں ایم ایس سی کر کے کالج کے سٹاف پر آ گئے۔ فرمایا کرتے تھے میں یونیورسٹی بھر میں سوم تھا دوست کہتے تھے تین ہی لڑکے ہوں گے۔ منہ پھیر کر فرماتے تھے ہاں تین ہی تھے۔ حساب پڑھاتے تھے اور ہاکی یا فٹ بال کھلاتے تھے حالانکہ خود دونوں میں سے کوئی کھیل بھی نہیں کھیل سکتے تھے۔ خدام الاحمدیہ میں بھی بڑے مستعد تھے اور انصار اللہ میں بھی ۔ سلسلہ کے کاموں میں انہیں خاص دلچسپی تھی۔ نیشنلائزیشن کے بعد کالج کے وائس پرنسپل ہو کر ریٹائر ہوئے ایک ہی بار اپنے بیٹے سے ملنے کینیڈا تشریف لائے پھر موت نے انہیں کھینچ لیا۔ کینیڈا آئے ہیں تو انہیں دل کی تکلیف ہو چکی تھی مگر حوصلہ میں تھے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ان کی سناونی آ گئی۔ ہمارے گروپ کے آدمی تھے اس لئے ہمارے ساتھ بے تکلفی بھی بہت تھی۔ اللہ بخشے دوستوں کے دوست تھے اور بڑے مہمان نواز۔

۞ چوہدری فضل داد کالج کے پی ٹی تھے پھر لائبریرین ہو گئے لائبریری میں بیٹھے اپنی موٹے موٹے شیشوں والی عینک سے لوگوں کو گھورتے رہتے اور کبھی کبھار نعرہ بلند فرماتے خاموش۔ حالانکہ پہلے ہی سناٹا ہوتا۔ کسی زمانے میں اچھے کھلاڑی تھے پرنسپل صاحب کے ساتھیوں میں سے تھے اس لئے کوئی ان سے اونچ نیچ نہیں کر سکتا تھا۔ ۞ کالج کے دفتر میں جنید ہاشمی صاحب تھے حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل کے صاحبزادے، ۞ ان کے نائب ناظر بیت المال مقرر ہونے پر قریشی محمد عبداللہ صاحب آئے وہ انجمن میں واپس جا کر آڈیٹر کے طور ریٹائر ہوئے۔ ۞ چوہدری محمد احمد بوبک تھے ہمارا پی ایچ ڈی کا مقالہ آپ نے بڑی محنت سے ٹائپ کیا تھا۔ ۞ اپنے پیر ہارون الرشید تھے دیوار بیچ کے پڑوسی، پیر افتخار احمد صاحبؓ کے پوتے۔ ان کے علاوہ دوسرے کارکن بھی توجہ کے مستحق ہیں ہوسٹل والے حسن دین صاحب اور میجر بشیر، دریا والے سردار ملاح، پرنسپل کے گھر کی چوکیداری کرنے والے گل خاں۔ پرنسپل کے خدمت گذار لعل دین صدیقی کا مرحوم بھائی محمد علی۔ بایالوجی کے مددگار عبدالستار اور شریف، شریف نام کے ایک کارکن کیمسٹری میں بھی تھے، بیلدار سوہنی اور ماشکی چراغ! اور اپنے ڈسپنسری والے ڈاکٹر سراج الدین اور لئیق! یہ سب کالج کے مخلص خدمت گذار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے۔

۞ اور اب رہ گیا شادی! بھلا شادی کے اوصاف کو بھی کاغذ میں پابند کیا جا سکتا ہے؟ شادی، شادی تھا۔ کالج کے ساتھ لازم و ملزوم اور کالج کے طلبا میں ہر ایک کا چاہنے والا۔ اس کی خواہش تھی کہ مرنے کے بعد کالج ہی کی چار دیواری میں دفن ہو مگر اس کی موت کہیں کسی گاؤں میں ہوئی اور اس کے لواحقین نے کالج والوں کو اطلاع تک نہیں دی۔ مدتوں بعد پتہ چلا کہ شادی نہیں رہا۔ شادی ہر طالب علم کو یاد ہے بھلا وہ بھی مر سکتا ہے؟ میں حضرت اقدس کی خدمت میں باریاب ہوا۔ حضور نے فرمایا ''شادی'' کا ذکر تو ہوگا۔ میں نے عرض کی! حضور ''شادی'' کے ذکر کے بغیر بھی کالج کا ذکر مکمل ہو سکتا ہے؟